اختلاف حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

و

امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مصنف: شیخ الاسلام مولینا عبدالقادر بدایونی

ترجمہ: مولینا شاہ حسین گردیزی

ضیاء الدین پبلیکیشنز

جی۔کے ۲۹/۴ فرزانہ منزل کھارادر کراچی ۲

اختلاف علی و معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما

تصنیفِ لطیف

شیخ الاسلام مولانا عبدالقادر بدایونی

ترجمہ

علامہ شاہ حسین گردیزی

ناشر

ضیاء الدین پبلیکیشنز

جی، کے ۲۹/۴ فرزانہ منزل کھارادر۔ کراچی

سلسلۂ اشاعت نمبر ۷

نام کتاب ——— اختلاف علی و معاویہ

مصنف ——— مولانا عبد القادر بدایونی

مترجم ——— مولانا شاہ حسین گردیزی

ناشر ——— ضیاء الدین پبلیکیشنز. کراچی

طباعت ——— باردوم اکتوبر ۱۹۸۶ء

قیمت ——— ۴/= روپے

ملنے کا پتہ

ضیاء الدین پبلیکیشنز

جی۔ کے ۲۹/۴ فرزانہ منزل. نزد خالق دینا گرلز اسکول

کھارادر کراچی نمبر ۲

انتساب

میں اپنی اس کوشش کو والد گرامی مولانا سید مقبول شاہ گردیزی کے نام معنون کرتا ہوں۔

شاہ حسین گردیزی

فہرست مضامین

شیخ الاسلام حضرت مولانا شاہ عبدالقادر بدایونی قدس سرہ

حضرت مولانا شاہ فضل رسول بدایونی علیہ الرحمہ کا اسم گرامی برصغیر پاک و ہند میں محتاج تعارف نہیں۔ آپ کا شمار ان بزرگوں میں ہوتا ہے جنھوں نے ہندوستان میں سب سے پہلے فتنہ وہابیت سے ٹکر لی۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا شاہ عبدالقادر بدایونی آپ ہی کے فرزند ارجمند ہیں آپ ۱۷ رجب ۱۲۵۳ھ میں مشہور مردم خیز شہر بدایوں میں پیدا ہوئے تھے۔ جد امجد حضرت مولانا شاہ عبدالمجید بدایونی نے بسم اللہ شروع کرائی۔ مولانا نور احمد عثمانی بدایونی اور مولانا فضل حق خیرآبادی سے تحصیل علم کی۔ علامہ خیرآبادی آپ کے بڑے مداح تھے فرماتے۔

صاحب قوت قدسیہ ہر زمانہ میں ظاہر نہیں ہوتے۔ وقتاً بعد وقت اور عصراً بعد عصر پیدا ہوتے ہیں۔ اگر اس زمانہ میں کسی کا وجود مانا جائے تو وہ یہ ہیں اور فرماتے۔

ان کے ذہن کی جودت و سلامت ابوالفضل و فیضی کے اذہان کی جودت کو مات کر دیتی ہے۔

حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی کے تلامذہ میں مولانا فیض الحسن سہارنپوری۔ مولانا ہدایت اللہ خاں رامپوری، مولانا عبدالحق خیرآبادی اور مولانا عبدالقادر بدایونی عناصر اربعہ سمجھے جاتے تھے لیکن مولانا عبدالحق خیرآبادی فرماتے تھے کہ اول الذکرین تلامذہ کسی خاص فن میں یکتائے روزگار ہیں مگر مولانا عبدالقادر بدایونی تمام فنون میں یکتائے روزگار ہیں۔

آپ نے تکمیل علوم کے بعد اپنے والد مولانا فضل رسول بدایونی سے سند حدیث حاصل کی اور جب پہلی مرتبہ حرمین شریفین گئے تو حضرت شیخ جمال عمر مکی سے بھی سند حدیث حاصل کی۔ آپ کو اپنے والد سے اجازت بیعت تھی۔ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں کو آپ سے بڑی عقیدت و محبت تھی۔ ایک قصیدہ میں آپ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

میں بھی دیکھوں جو تو نے دیکھا ہے — روز سعی وصفا محب رسول
صفا مروہ پہ تو نے جو دیکھا — وہ مجھے بھی دکھا محب رسول
ہاں یہ سچ ہے کہ یاں وہ آنکھ کہاں — آنکھ پہلے دلا محب رسول

آپ عرصۂ دراز تک علوم دینیہ کی تدریس میں مشغول و منہمک رہے۔ اس زمانہ کے بعض تلامذہ کے نام یہ ہیں۔ مولانا محب احمد بدایونی۔ مولانا فضل احمد بدایونی۔ مولانا فضل مجید بدایونی۔ مولانا شاہ عبد الصمد مودودی۔ مولانا محمد حسن سنبھلی۔ مولوی عزیز الرحمٰن مفتی دیوبند
آپ کی تصانیف بے شمار ہیں جن میں بعض کے نام یہ ہیں۔
(۱) حقیقۃ الشفاعۃ علی طریق اھل السنۃ (۲) شفاء السائل تحقیق المسائل (۳) سیف الاسلام (۴) ھدایۃ الاسلام (۵) تاریخ بدایوں (۶) تصحیح العقیدہ فی باب امیر المعاویہ (۷) المناصحہ فی تحقیق مسائل المصافحہ۔

ایک ہفتہ کی علالت کے بعد بروز اتوار ۱۷ رجمادی الاخری ۱۳۱۹ھ میں بدایوں میں انتقال ہوا اور والد ماجد کے پہلو میں دفن ہوئے۔

زیر نظر رسالہ "اختلاف علی و معاویہ" مولانا عبد القادر بدایونی کے ایک نایاب رسالہ "تصحیح العقیدہ فی باب امیر المعاویہ" کا اردو ترجمہ ہے جو ۵ مارچ ۱۸۷۶ء کو مطبع ماہتاب ہند میرٹھ میں طبع ہوا تھا۔ میرے جواں مرگ دوست حضرت مولانا عبد المنعم ہزاروی اور محترم و مکرم دوست صاحبزادہ خواجہ رضی حیدر مدظلہ العالی نے حکم دیا کہ اس کا اردو ترجمہ کر دو۔ میں نے ان حضرات کی خواہش کی تکمیل کرتے ہوئے اس کا ترجمہ کر دیا۔ لیکن افسوس کہ حضرت مولانا عبد المنعم ہزاروی رسالہ کی اشاعت سے پہلے ہی اس جہان فانی سے کوچ کر گئے۔ میں عزیزم ولی حیدر ذاکر کا مشکور ہوں جنکی سعی و کوشش سے یہ رسالہ زیور طبع سے آراستہ ہو کر آپ کے ہاتھوں میں پہنچا ہے۔

متمنی دعا
شاہ حسین گردیزی

سبب تالیف

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد للہ الکریم الوھاب۔ والصلوۃ والسلام علی من اوتی فصل الخطاب، سیدنا و مولینا محمد الشافع المشفیع یوم الحساب وعلی آلہ خیر آل وصحابہ خیر اصحاب۔ وعلی سائر الاولیاء والانجاب۔

امابعد رب الارباب کی درگاہ کا بندہ فقیر سید حسین حیدر حسینی قادری برکاتی مارہروی (اللہ تعالیٰ اسے بہتر مقام عطا فرمائے) اہل اسلام کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کرام کی تعظیم و تکریم دین متین کے فرائض و واجبات سے ہے۔ اور ان کے بارے میں خیر کے بغیر کف لسان شرع مبین کے لوازمات سے ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام کی فضیلت سرور انام صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور خداوند ذوالجلال کی کتاب کی آیات سے ثابت ہے وہ اخبار مورخین جو سوء اعتقاد کی بنیاد ہیں۔ بعض جاہل راویوں اور لعین رافضیوں سے منقول ہیں جن کے باطل ہونے میں کوئی کلام نہیں اس کے باوجود کچھ لوگ ایسے ہیں جو مذہب اہلسنت وجماعت کے اعتقاد کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن ان کو بعض صحابہ کرام سے سوء عقیدت ہی نہیں بلکہ ان کے بارے میں استخفاف و اہانت آمیز کلمات استعمال کرتے ہیں اس لئے میں نے صرف دین کے درد اور محبت ایمانی کی بنا پر یہ مسئلہ علماء اہلسنت کی خدمت میں پیش کیا اور ان سے جواب لے کر افادہ عام کے لئے اسے طبع کرایا۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو بہتر توفیق عطا فرمائے اور اس کار خیر کا ثواب اس فقیر حقیر کو عطا فرمائے آمین اور اس رسالے

کا نام تصحیح العقیدہ فی باب امیر المعٰویہ رکھتا ہوں اور ناظرین سے امید رکھتا ہوں
کہ وہ دعائے خیر میں یاد رکھیں گے اور غلطی وخطا سے درگزر فرمائیں گے۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

استفتاء

سوال :۔ جمہور محققین اہلسنت وجماعت کے مذہب مختار میں محاربین عہد خلافت جناب
مرتضوی پر علی الاطلاق حکم کفر صحیح ہے یا نہیں۔

حضرت طلحہ حضرت زبیر حضرت معاویہ اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ
عنہم کی تعظیم وتکریم کرنی یعنی لفظ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان کے لئے لازم ہے یا طعن وتحقیر
سے یاد کرنا اور کوئی شخص ان حضرات کی تحقیر سے اہلسنت سے خارج ہوتا ہے یا نہیں؟

الجواب محاربین کے تین گروہ

جمہور محققین اہلسنت کے مذہب مختار میں
جیسے کہ عقائد احادیث اور اصول کی کتب معتمدہ سے ثابت ہے خاتم الخلفاء الراشدین
حضرت امیر المومنین (علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے محاربین کے تین گروہ تھے جو کہ اس
فتنے میں شامل تھے۔ ان میں سے کسی گروہ کو بھی کافر نہیں کہا جا سکتا۔ بہر حال ان
تین گروہوں میں فرق یہ ہے کہ جنگ جمل کے محاربین کے سربراہ حضرت طلحہ اور
حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے جو کہ عشرہ مبشرہ سے ہیں اور حضور علیہ السلام
کی زوجۂ محبوبہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں، ان کی غرض جدال وقتال
نہ تھی بلکہ مسلمانوں کے حال کی اصلاح پیش نظر تھی لیکن اچانک جنگ چھڑ گئی۔ ان
تینوں حضرات کا رجوع معتمد روایات سے ثابت ہے باوجود اس کے کہ خطائے
اجتہادی ایک ثواب کی مستوجب ہے پھر بھی ان حضرات نے رجوع کیا، تو اب
جب ان حضرات نے رجوع کر لیا تو ان پر لفظ باغی کا اطلاق حقیقتاً درست نہیں
ہے۔ جنگ صفین کے محاربین کے سربراہ حضرت معاویہ اور عمرو بن عاص ہیں۔ یہ

دونوں حضرات بھی صحابہ کرام میں سے ہیں۔ یہ بھی اشتباہ میں پڑے اور اپنی غلطی
سے بار بار قتل وقتال پر اصرار کرتے رہے۔ اس گروہ نے بھی خطأ اجتہاد کی وجہ
سے کی لیکن ان کی خطأ واجب الانکار ہے۔

صحابہ پر لفظ باغی کا اطلاق

ان حضرات پر لفظ باغی کے اطلاق کے
بارے میں اختلاف ہے۔ صحیح قول یہی
ہے کہ ان حضرات پر لفظ باغی کا اطلاق درست ہے لیکن جمہور اہلسنت کے مذہب
میں ان کی تعظیم وتکریم شرف صحابیت کی وجہ سے ضروری ولازمی ہے اس لئے کہ
شرعاً وہ بغاوت وخطا جو عمداً واقع نہ ہوئی ہو فسق وعصیان کو مستلزم نہیں حضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی رُفِعَ عَنْ اُمَّتِیْ الْخَطَأُ وَالنِّسْیَانُ (میری
امت سے خطا ونسیان کو اٹھا لیا گیا ہے) اس پر شاہد ہے اور صحابہ کرام کی
خطائیں معاف ہیں کیونکہ یہ حضرات نہ تو معصوم ہیں اور نہ ہی معذور بلکہ عند اللہ
ماجور ہیں۔ اس خطا کی وجہ سے ان کی شان میں بے ادبی کرنا اور ان کی تعظیم وتکریم
سے رکنا اہلسنت سے خارج ہونا ہے اور مذہب اہلسنت
میں یہ ہے کہ حضرت امیر (علی) فرماتے ہیں کہ اخوانا بغوا علینا (ہمارے
بھائیوں نے ہم پر بغاوت کی) اس سے زیادہ طعن جناب مرتضوی پر طعن ہے۔
اس مسئلے کی تفصیل احیاء العلوم۔ یواقیت۔ شرح فقہ اکبر۔ مرقاہ شرح مشکوٰۃ مجمع البحار
صواعق محرقہ اور شفا قاضی عیاض میں دیکھنی چاہئے۔

صفحہ ۷ کا حاشیہ ر ۔ امام عسقلانی تقریب التہذیب جو کہ اسماء رجال میں معتبر کتاب ہے فرماتے ہیں
عمرو بن عاص ابن وائل مشہور صحابی ہیں، صلح حدیبیہ والے سال مسلمان ہوئے۔ دوبار مصر کے حاکم
بنائے گئے آپ ہی نے مصر فتح کیا اور وہیں انتقال فرمایا ۱۲ منہ

اور وہ جو متاخرین شیعہ وسنی کی بعض کتب مناقب میں آتا ہے ان کی بنا تاریخی واقعات اور مبہم ومجمل الفاظ ہیں جنہیں تسلیم وتنزل کے طور پر سلف کے تصریحاتِ عقائد کے خلاف لکھا گیا ہے اور ان پر اعتقاد کا مدار نہیں ہے۔ جمہور محققین حضرت صوفیہ محدثین فقہا اور متکلمین کا مذہب مختار یہی ہے اور اس کا انکار کھلی گمراہی ہے۔

آئمہ دین کے اقوال

یہاں پر بعض آئمہ دین کے اقوال اختصار کے ساتھ نقل کئے جاتے ہیں۔ امام عسقلانی تقریب التہذیب میں حضرت معاویہ پر کلام کرتے ہوئے حضرت ابوسفیان کے بارے میں فرماتے ہیں۔ ابوسفیان بن صخر بن حرب بن امیہ ابن عبد الشمس بن عبد مناف الاموی ابوسفیان مشہور صحابی ہیں فتح مکہ والے سال مسلمان ہوئے ۳۲ھ میں انتقال فرمایا۔

علامہ زرقانی شرح مواہب میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کاتبوں کے ذیل میں حضرت ابوسفیان کے متعلق فرماتے ہیں۔ اَسْلَمَ فِی الْفَتْحِ وَکَانَ مِنَ الْمُؤَلَّفَۃِ ثُمَّ حَسُنَ اِسْلَامُہٗ (فتح مکہ والے سال مسلمان ہوئے پہلے مولفۃ القلوب سے تھے پھر ان کا اسلام حسن ہو گیا) حضرت معاویہ اور حضرت عبداللہ ابن عباس نے آپ سے احادیث رسول روایت کی ہیں اور اسی میں ہے۔ معاویہ بن ابی سفیان بن صخر بن حرب بن امیۃ الاموی ابوعبدالرحمن الخلیفہ صحابی تھے فتح مکہ والے سال مسلمان ہو گئے۔ کاتب وحی بھی رہے۔ ۶۰ھ ماہ رجب میں انتقال فرمایا۔ تقریباً اسی سال عمر تھی امام بخاری نے اپنی صحیح میں لکھا کہ حضرت ابن ابی ملیکہ سے مروی ہے کہ حضرت معاویہ نے عشاء کی نماز کے بعد ایک رکعت وتر پڑھی آپ کے پاس مولیٰ ابن عباس بھی موجود تھے جب حضرت ابن عباس تشریف لائے تو انہوں نے یہ بات آپ سے بیان کی اس پر حضرت ابن عباس نے فرمایا۔ دَعْہُ فَاِنَّہٗ قَدْ صَحِبَ

رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (انہیں چھوڑ دیجئے کہ یہ رسول کے صحابی ہیں) ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا اِنَّہٗ فَقِیْہُ الْحَدِیْثِ (یہ حدیث کی سمجھ رکھنے والے ہیں) تو اب صحیح بخاری کی روایت سے حضرت عبداللہ ابن عباس کے ارشاد کے مطابق آپ کا صحابی وفقیہ ہونا اور آپ پر اعتراض سے رکنا ثابت ہو گیا۔ حجۃ الاسلام امام محمد غزالی قدس سرہٗ جو علماء ظاہر وباطن کے امام ہیں اپنی کتاب احیاء العلوم میں جو کہ فن تصوف میں اپنی نظیر نہیں رکھتی فرماتے ہیں کہ تمام مشائخ کرام کا مقبول ومسلّم فرمان اور اہلسنت کا عقیدہ یہ ہے کہ تمام صحابہ کو پاک سمجھنا اور ان کی ایسی تعریف وتوصیف کرنی جیسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کی ہے اور مَا جَرٰی بَیْنَ مُعَاوِیَۃَ وَعَلِیٍّ کَانَ مَبْنِیًّا عَلَی الْاِجْتِہَادِ (جو کچھ حضرت معاویہ اور حضرت علی کے درمیان ہوا وہ اجتہاد پر مبنی تھا)

امام شعرانی الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر (جس میں انہوں نے مشائخ کرام کے عقائد حضرت شیخ اکبر کے کلام سے خصوصاً اور دیگر اکابر طریقت کے اقوال سے عموماً جمع کئے ہیں) میں فرماتے ہیں اکتالیسویں بحث مشاجرات صحابہ میں خاموشی کے واجب ہونے کے بیان میں ہے اس بات کا اعتقاد رکھنا بھی واجب ہے کہ وہ عند اللہ ماجور ہیں اور باتفاق اہلسنت تمام صحابہ عادل ومنصف ہیں جو ان فتنوں میں شریک ہوئے یا کنارہ کش رہے اور ان کے تمام جھگڑوں کو اجتہاد پر محمول کیا جائے ورنہ ان کے بارے میں برے گمان کا حساب لیا جائے گا اس لئے کہ ان امور کا منشا ان حضرات پر عیب جوئی کرنا ہے اور یہ بات بھی ہے کہ ہر مجتہد مصیب ایک اجر پائے گا اور مخطی معذور وماجور ہوگا۔

ابن الانباری فرماتے ہیں اس سے مراد اتہام کے بعد عصمت کا ثبوت نہیں

بلکہ اس سے مراد ان کے اثبات عدالت اور تقویٰ و پرہیزگاری کی بحث کے تکلف میں پڑے بغیر اپنے دین کے سلسلے میں ان کی روایات کو قبول کرنا ہے اگر کوئی ایسی چیز ہمارے علم میں آئے جس سے صحابہ کی عدالت پر عیب لگ رہا ہو تو ہمیں چاہیے کہ ہم ان کی صحبت رسول کو یاد کریں اور بعض اہل سیر نے جو لکھا ہے اس کی طرف توجہ نہ کی جائے اس لئے کہ ان کی روایات درست نہیں ہوتی اور اگر درست بھی ہو تو ان کی صحیح تاویل ہو سکتی ہے۔

یہ مقام غور ہے کیونکہ پورے دین و مذہب پر کیسے طعن و تشنیع کی جا سکتی ہے۔ ہمیں رسول اللہ سے جو کچھ بھی ملا ان کے واسطے اور ذریعے سے ملا۔ تو جس نے صحابہ کرام پر طعن و تشنیع کی گویا کہ اس نے پورے دین پر طعن و تشنیع کی۔ صرف حضرت معاویہ اور حضرت عمروؓ بن عاص کے بارے میں نہیں بلکہ تمام صحابہ کرام کے بارے میں زبان طعن و تشنیع دراز نہ کی جائے اور صحابہ کرام کی اہل بیت پر جو بحیثیت بغض روافض سے منقول ہے اس کی طرف قطعاً توجہ نہ کی جائے کیونکہ ان حضرات کا یہ جھگڑا ابرار قیق ہے اور یہ بھی ہے کہ یہ جھگڑا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد اور صحابہ کے مابین ہے اس لئے اس کا فیصلہ آپ ہی پر چھوڑ دیا جائے۔ علامہ کمال ابن ابی شریف فرماتے ہیں حضرت علی اور حضرت معاویہ کے مابین اختلاف کا مقصد حکومت و امارت کا استحقاق نہیں تھا بلکہ اختلاف منازعت کا سبب قتل عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قصاص کا تھا حضرت علی قصاص میں تاخیر کو زیادہ مناسب سمجھتے تھے اور ان کا خیال تھا کہ جلدی سے حکومت میں اضطراب و انتشار بڑے گا اور حضرت معاویہ قصاص میں تعجیل زیادہ مناسب سمجھتے تھے۔ دونوں مجتہد عند اللہ ماجور و مثاب ہیں۔ ان دونوں بزرگوں کا منشاء اختلاف یہی تھا۔ شیخ عبدالقادر جیلانی غنیۃ الطالبین میں خلافت علیؓ کے بیان میں لکھتے ہیں کہ امام احمد حنبل نے

حضرت علی حضرت زبیر حضرت طلحہ حضرت معاویہ اور حضرت عائشہ کے مابین جھگڑوں نفرتوں اور دشمنی سے کف لسان کی تفصیل فرمائی ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو ان باتوں سے قیامت کے دن پاک فرما دے گا جیسے کہ اس کا ارشاد گرامی ہے۔ ونزعنا ما فی صدورھم من غل اخوانا علی سرر متقابلین۔ (اور جو کچھ ان کے دلوں میں کینہ ہو گا اسے ہم دور کر دیں گے۔ بھائی بھائی کی طرح آمنے سامنے تختوں پر رہیں گے) اس جنگ میں حضرت علیؓ حق پر تھے کیونکہ ان کی خلافت و امامت پر صحابہ کرام میں اہل حل و عقد اتفاق فرما چکے تھے اس کے بعد جس نے ان کی بیعت کا قلادہ اپنی گردن سے اتارا وہ باغی اور امام پر خروج کرنے والا تھا۔ اس صورت میں اس کا قتل جائز تھا اور جنہوں نے حضرت معاویہ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر کی طرف سے جنگ کی وہ خلیفہ برحق حضرت عثمان ابن عفان جنہیں ظلماً قتل کیا گیا کا قصاص طلب کر رہے تھے۔ جبکہ قاتل حضرت علیؓ کے لشکر میں تھے۔ اکثر لوگ اس کی مختلف تاویلیں کرتے ہیں لیکن ہمارے نزدیک سکوت سب سے بہتر ہے ان حضرات کی روحیں اللہ رب العزت کے پاس ہیں وہ احکم الحاکمین اور بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔

ہمارا کام عیوب سے نفس کی اور گناہوں سے دل کی تطہیر اور موبقات امور سے اپنے ظاہر کو پاک کرنا ہے۔ بہر حال حضرت معاویہ ابن ابی سفیان کی خلافت حضرت علی کی وفات حضرت حسن کی خلافت سے دستبرداری اور حضرت معاویہ کو سونپ دینے کے بعد ثابت و درست ہے۔ حضرت حسن غور و فکر کے بعد مصلحت عامہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے خلافت حضرت معاویہ کو سپرد کر کے مسلمانوں کو خون ریزی سے بچا کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی پر پورے اتر آئے۔ کیونکہ آپ کا فرمان تھا۔ ابنی ھذا سید لعل اللہ یصلح بہ بین فئتین من المسلمین امرا

یہ بیٹا سردار ہے۔ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرائے گا) حضرت حسنؓ کے بعد حضرت معاویہ کی امامت واجب ہو گئی اور اس اتحاد و اتفاق والے سال کو عَامُ الْجَمَاعَۃ (اجتماع کا سال) کہا جانے لگا۔ اس لئے کہ تمام لوگوں نے اختلاف ختم کر کے حضرت معاویہؓ کے ساتھ پر بیعت کر لی اور اس کے علاوہ کوئی اختلاف تھا بھی نہیں۔

خلافت کا ذکر احادیث میں

خلافت کا ذکر احادیث مبارکہ میں بھی آتا ہے آپ فرماتے ہیں تَدُوْرُ رَحَی الْاِسْلَامِ بِخَمْسٍ وَّثَلٰثِیْنَ سَنَۃً اَوْ سِتٍّ وَّثَلٰثِیْنَ اَوْ سَبْعٍ وَّثَلٰثِیْنَ (اسلام کی چکی ۳۵ یا ۳۶ یا ۳۷ سال کو پھرے گی) یہاں پر چکی سے مراد دین میں قوت ہے اور تیس سے پانچ سال اور اس کے ۱۹ سال حضرت معاویہ کے دور خلافت میں شامل ہیں کیونکہ تیس سال تک حضرت علی کی خلافت رہی۔

صحابہ کی تعظیم و تکریم

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی غنیۃ الطالبین میں فرماتے ہیں۔

اتفق اہل السنۃ علی وجوب الکف فیما شجر بینھم والامساک عن مساویھم واظہار فضلھم وتسلیم امرھم الی اللہ عز وجل علی ما کان۔

(اہل سنت اس پر متفق ہیں کہ صحابہ کرام کے آپس کے اختلافات اور ان کی برائی سے خاموشی اختیار کرنی ضروری ہے اور ان کے فضائل و محاسن کا اظہار کرنا اور ان کے تمام معاملات جیسے بھی تھے اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا)

حضرت علی حضرت طلحہ حضرت زبیر اور حضرت عائشہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اختلاف کے بارے میں پہلے بیان ہو چکا ہے اور ہر صاحب فضل کو

اس نے حصہ عطا فرمایا ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک میں آتا ہے۔

والذین جاؤ من بعدھم یقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین آمنوا ربنا انک رؤف الرحیم۔

(ترجمہ) اور وہ لوگ جو ان کے بعد آئے یہ دعا کرتے ہیں۔ اے ہمارے رب ہم کو بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ ہونے دے۔ اے ہمارے رب تو تو بڑا شفیق ہے بڑا مہربان ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

تلک امۃ قد خلت لہا ما کسبت ولکم ما کسبتم ولا تسئلون عما کانوا یعملون۔

(ترجمہ) یہ ایک جماعت جو گذر چکی۔ ان کا کیا ان کے آگے آئے گا اور تمہارا کیا تمہارے آگے آئے گا اور جو کچھ وہ کرتے رہے ان کی پوچھ گچھ تم سے نہ ہوگی۔

اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں:۔

اذا ذکر اصحابی فامسکوا۔

(ترجمہ) جب میرے صحابہ کا ذکر ہو تو اپنی زبانوں کو قابو میں رکھو۔)

اور ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں۔

وایاکم وما شجر بین اصحابی فلو انفق احدکم مثل احد ذہبًا

(میرے صحابہ کے آپس کے اختلاف کے بارے میں خاموش رہو۔ تم میں اگر کوئی احد پہاڑ جتنا۔

مابلغ مد احدهم ولا نصيفه۔

(سونا خرچ کردیں تو ان جیسا ثواب نہیں پا سکتے بلکہ اس کا نصف ثواب بھی حاصل نہیں کر سکتے)

چنانچہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں۔

لاتسبوا اصحابی فمن سبھم فعلیہ لعنۃ اللہ

میرے صحابہ کو دشنام نہ دو جس نے میرے صحابہ کو دشنام دیں اس پر اللہ کی لعنت ہے۔

اور حضرت انس بن مالک سے جو حدیث شریف مروی ہے کہ آپ فرماتے ہیں

طوبی لمن رانی ومن رای من رانی۔

اس آدمی کے لئے خوشخبری ہے جس نے مجھے دیکھا اور اس شخص کو دیکھا جس نے مجھے دیکھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں

ان اللہ عزوجل اختارنی واختارلی اصحابی فجعلھم انصاری وجعلھم اصھاری وانہ سیجئی آخر الزمان قوم ینقصونھم الا فلا تواکلوھم الا فلا تشاربوھم الا فلا تناکحوھم الا فلا تصلوا معھم ولا تصلوا علیھم علیھم حلت اللعنۃ۔

بے شک اللہ تعالی نے مجھے پسند کیا اور میرے لئے میرے صحابہ کو پس انہیں میرا مددگار اور رشتہ دار بنایا۔ عنقریب آخری زمانہ میں ایک قوم آئے گی جو ان حضرات پر تنقیص کرے گی خبردار ان کے ساتھ نہ کھانا خبردار ان کے ساتھ نہ پینا۔ خبردار ان کے ساتھ نکاح نہ کرنا خبردار ان کے ساتھ نماز نہ پڑھنا اور نہ ان پر جنازہ پڑھنا ان پر لعنت کرنی بھی جائز ہے۔

حضرت جابر سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں۔

لا یدخل النار احد ممن بایع تحت الشجرۃ[1]

(جن لوگوں نے درخت تلے بیعت کی ہے ان میں سے کوئی ایک بھی جہنم میں نہیں جائے گا۔)

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا قول ہے کہ

اطلع اللہ علی اھل بدر فقال اعلموا ماشئتم فقد غفرت لکم

(اللہ تعالی اہل بدر پر متوجہ ہوا اور فرمایا میں نے تمہیں معاف کر دیا ہے جو چاہو کرو۔)

حضرت عبد اللہ بن عمر سے مروی کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں۔

انما اصحابی مثل النجوم فایھم اخذتم اھتدیتم

(بے شک میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں آپ جس کے قول پر عمل کریں گے ہدایت پائیں گے)

حضرت ابن بریدہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں۔

من مات من اصحابی بارض جعل شفیعا لاھل تلک الارض

(میرا جو صحابی جس علاقے میں انتقال کرے گا وہاں کے لوگوں کا شفیع ہوگا)

حضرت سفیان بن عینیہ فرماتے ہیں جس نے اصحاب رسول کے اہانت میں ایک کلمہ بھی کہا وہ اہل ھوا میں شامل ہے۔ علامہ قاضی عیاض شفا میں فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی تعظیم وتکریم میں یہ بات بھی داخل ہے کہ آپ کے صحابہ کی تعظیم کی جائے ان کے ساتھ نیکی کی جائے ان کے حقوق کو پہچانا جائے۔ اسی طرح ان کی اقتداء کرنی عمدہ الفاظ میں تعریف وتوصیف کرنی اور ان کے آپس کے اختلافات سے کف لسان کرنا ان کے دشمنوں سے دشمنی کرنا۔ مورخین کے اقوال

[1] بیعت حدیبیہ کی طرف اشارہ ہے۔ مترجم

گمراہ شیعوں اور بدعتیوں کی بے سروپا روایتوں سے اعتراض کرنا اور ان کے آپس
کے جھگڑوں اور اختلاف کو اچھی تاویلات پر محمول کرنا اور وہ ان تمام باتوں کے اہل
بھی ہیں۔ اسی طرح انہیں برائی سے یاد نہ کرے بلکہ ان کے حسنات اور فضائل بیان
کرے اس کے علاوہ تمام باتوں سے خاموشی اختیار کرے جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب میرے صحابہ کا ذکر ہو تو زبانوں کو قابو میں رکھا کرو
اور اسی مقام میں ہے کہ ایک آدمی نے حضرت معافی بن عمران بن عبد العزیز کے سامنے
حضرت معاویہ کے بارے میں کچھ بری بات کی تو وہ غصے میں آگئے اور فرمایا۔ کہ
رسول اللہ کے صحابہ کو کسی پر قیاس نہ کیا جائے۔ حضرت معاویہ صحابی ہیں رسول اللہ
کے رشتہ دار ہیں، کاتب رسول ہیں اور وحی کے امین ہیں۔ امام نووی شرح مسلم
کتاب الزکوۃ میں حدیث یکون فی امتی فرقتان یخرج من بینھما مارقۃ
یلی قتلھم اولیھم بالحق کے تحت فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علیؓ
پر ظاہر فرما دیا تھا کہ وہ حق پر ہیں اور حضرت معاویہؓ کے گروہ نے ان سے بغاوت
کی ہوئی ہے اور اسی میں یہ تصریح بھی ہے کہ دونوں گروہ مومن ہیں اور اس جدال و
قتال سے ایمان سے بھی خارج نہیں ہوئے اور فاسق بھی نہیں ہوئے یہی ہمارا
اور ہمارے اصحاب کا مذہب ہے اور امام نووی شرح مسلم کتاب الفتن میں
فرماتے ہیں۔ جاننا چاہئے کہ وہ خون ریزی جو صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے مابین
واقع ہوئی ہے وہ اس وعید میں داخل نہیں ہے اور اہل السنۃ والحق کا مذہب
یہ کہتا ہے کہ ان کے ساتھ حسن ظن رکھو۔ ان کے آپس کے اختلافات سے خاموشی
اختیار کرو اور ان کے قتال وجدال کی تاویل یہ ہے کہ وہ مجتہد اور تاویل کرنے
والے تھے۔ انہوں نے یہ اختلاف معصیت اور دنیا کی ہوا و حرص کے لئے نہیں کیا بلکہ
ان دونوں گروہوں میں ہر ایک یہ اعتقاد رکھتا تھا کہ وہ حق پر ہے اور اس کا

مخالف غلطی پر ہے۔ اس صورت میں قتال واجب تھا تاکہ اللہ تعالیٰ دونوں گروہوں
میں فیصلہ فرما دے چنانچہ اس اجتہاد میں بعض مصیب اور بعض مخطی تھے لیکن معذور
فی الخطا تھے اس لئے کہ مجتہد سے جب خطا ہو جائے تو اسے مجرم نہیں ٹھہرایا جاتا
ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ ان جنگوں اور لڑائیوں میں حضرت علیؓ کا اجتہاد مصیب
اور درست تھا۔ اہل سنت کا مذہب بھی یہی ہے۔ اسی طرح امام نووی شرح مسلم
میں حدیث قال لعمار تقتلک فئۃ الباغیہ (اے عمار تجھے باغی گروہ قتل
کرے گا) کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ علماء کرام فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حضرت علی کی
اصابت اور حق پر ہونے اور دوسرے گروہ کے باغی ہونے پر واضح دلیل ہے۔ چونکہ
دوسرا گروہ بھی مجتہد تھا اس لئے وہ ماخوذ اور معتوب نہیں ہے جیسا کہ ہم نے
اس سے پہلے کئی مقامات پر وضاحت کی ہے۔ علامہ زرقانی توقیر صحابہ اور جہال
مؤرخین کی منقولہ مطاعنہ روایات سے عدم التفات کی وضاحت کے بعد فرماتے
ہیں کہ ان حضرات کے مابین جو منازعات اور محاربات تھے ان کے محامل اور
تاویلات ہیں اور وہ یہ ہے کہ ہر ایک نے اپنے اجتہاد کے تقاضے کو پورا
کیا۔ اگرچہ اس میں غلطی بھی ہوئی جیسا کہ حضرت معاویہ نے حضرت علی کے ساتھ
کیا حالانکہ باتفاق اہل حق حضرت علی حق پر تھے لیکن حضرت معاویہ اپنی غلطی کے باوجود
عند اللہ ماجور ہیں۔ اور علامہ زرقانی شرح مواہب میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے
خصائص کے بیان میں فرماتے ہیں۔ تمام صحابہ تعدیل الٰہی اور تعدیل حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام کے ساتھ عادل ہیں جس کا ثبوت ظواہر کتاب اور سنت سے ہے جیسا کہ
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ محمد الرسول اللہ والذین معہٗ الآیہ۔ علامہ ابن
الانباری نے اس طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ دوسرے راویوں کی طرح انکی شہادت
اور روایت میں کسی کو بحث نہیں کرنی چاہئیے کیونکہ یہ خیر الامت ہیں اور جن حضرات

سے چوری اور زنا ایسی غلطی سرزد ہوئی ہے اسے اقتضائے بشری پر محمول کیا جائے گا اور جس عمل سے دوسروں کو فاسق کہا جاتا ہے انہیں نہیں کہا جاسکتا جیسا کہ علامہ جلال الدین محلی نے شرح جمع الجوامع میں لکھا ہے کہ ایسے افراد کی شہادت قبول کیجائے گی ہاں یہ ضرور ہے کہ اگر ان میں سے کسی سے گناہ کبیرہ سرزد ہوا تو اس پر حد لگے گی۔

دونوں گروہ مسلمان تھے

علامہ زرقانی نے حضرت حسن اور حضرت معاویہ کے مابین صلح والی حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ اس فتنے میں شامل دونوں گروہوں میں کوئی ایک مسلمان بھی نہ قولاً اور نہ فعلاً اسلام سے خارج ہوا۔ مگر ایک گروہ مصیب اور دوسرا مخطی تھا اور دونوں ہی اجر و ثواب کے مستحق ہیں۔

حضرت حسن کی دستبرداری کی اصل وجہ

علامہ قسطلانی شرح بخاری باب علاماۃ النبوۃ میں حدیث وَلَعَلَّ اللّٰهَ يُصْلِحُ بِهٖ بَيْنَ فِئَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ کے ذیل میں فرماتے ہیں طائفتین سے مراد حضرت معاویہ بن ابی سفیان کا گروہ اور حضرت حسن بن علی کا گروہ ہیں جنہوں نے ان کے ہاتھ پر مرنے کی بیعت کی ہوئی تھی۔ ایسے لوگوں کی تعداد چالیس ہزار تھی۔ خلافت کے سب لوگوں سے زیادہ حقدار حضرت حسن بن علی تھے لیکن انکے ورع و تقوی اور رغبت مع اللہ نے انہیں دنیاوی حکومت سے دور رکھا۔ آپ کیطرف سے صلح کی پیش کش کمزوری اور قلت لشکر کی وجہ سے نہیں تھی۔ قولہ من المسلمین اس بات کی دلیل ہے کہ اس فتنے میں شامل دونوں گروہوں میں سے کوئی ایک بھی قولاً یا فعلاً اسلام سے خارج نہیں ہوا۔ دونوں گروہوں میں سے ایک مصیب اور دوسرا مخطی ہے لیکن عنداللہ دونوں ماجور و مثاب ہیں۔

حضرت معاویہ کے لئے دعا

علامہ ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوۃ جلد ثانی

باب مناقب صحابہ میں حدیث عن النبی صلی اللہ علیہ انہ قال لمعاویہ اللھم اجعلہ ھادیا ومھدیا بہ واھدبہ کے ضمن میں فرماتے ہیں لَا ارْتِيَابَ اَنَّ دُعَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَجَابٌ فَمَنْ كَانَ هٰذَا حَالُهٗ كَيْفَ يُرْتَابُ فِيْ حَقِّهٖ (بے شک نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی دعا مستجاب ہے تو جس کی ایسی حالت ہے اس کے بارے میں کیسے شک کیا جاسکتا ہے)

صحابی کا مرتبہ

ملا علی قاری مرقاۃ جلد ثانی میں دوسروں پر صحابہ کرام کی فضیلت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اگر کوئی آدمی حضرت ابن مبارک سے حضرت معاویہ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز کے بارے میں سوال کرتا کہ ان میں سے کون افضل ہے تو آپ فرماتے حضور علیہ السلام کے ساتھ جاتے ہوئے حضرت معاویہ کے گھوڑے کے ناک میں جو غبار داخل ہوا وہ عمر بن عبدالعزیز سے بہتر ہے۔

قطعیت اور ظنیت میں فرق ہے

بحر المذاہب میں ہے کہ اہلسنت و جماعت کا تعظیم صحابہ کے وجوب پر ان کی اچھی باتوں کے ذکر اور ناپسندیدہ باتوں سے خاموشی پر اجماع ہے اس لئے کہ آیات و احادیث ان کے فضائل و مناقب میں وارد ہیں ان حضرات کے بارے میں طعن و تشنیع سے رکنا واجب ہے وہ آیات کریمہ اور احادیث مبارکہ جو تمام صحابہ کی فضیلت میں تھیں لکھنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ارباب سیر نے حضرت معاویہ حضرت عمرو بن عاص اور حضرت مغیرہ بن شعبہ کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اس سے صرف نظر کرنی چاہیئے اور ان کی باتوں پر توجہ نہیں دینی چاہیئے اس لئے کہ ان کی صحبۃ مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم قطعی ہے اور ارباب سیر کے اقوال ظنی ہیں اور جو چیز ظن سے منقول ہو وہ قطعی سے مزاحم نہیں ہوسکتی۔ اس کے علاوہ حضور علیہ السلام کا

ارشاد ہے جب میرے صحابہ کا ذکر ہو تو اپنی زبانوں کو قابو میں رکھا کرو۔ اور جو آدمی بھی ان حضرات کے بارے میں کوئی بات سنے تو اس پر واجب ہے کہ وہ اس میں غور کرے صرف کتاب میں دیکھنے سے ان کی طرف نسبت نہ کرے غور و خوض کے بعد جب ایک چیز ثابت ہو جائے تو ضروری ہے کہ اس کی اچھی تاویل کرے اور اسے درست مخارج پر محمول کرے کیونکہ انکے تمام اختلافات کی تمام دلیلیں ہو سکتی ہیں۔

خلافت میں اختلاف کے وقت خلیفہ کون تھا

اسی طرح ائمہ دین کے اقوال نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ حضرت معاویہ حضرت علی کے دور میں خلیفہ نہیں تھے بلکہ حضرت علی کی وفات اور حضرت حسن کے امر خلافت ان کے سپرد کرنے کے بعد وہ خلیفہ برحق اور امام صدق مقرر ہوئے حضرت حسن کا خلافت سے دستبردار ہونا اضطراری نہیں بلکہ اختیاری تھا۔ ان پر عیب جوئی اور طعنہ زنی سے باز رہنا چاہئے اور دشنام طرازی سے احتراز کرنا چاہئے ان پر طعنہ زن خود مطعون ہے بلکہ وہ اپنے نفس اور دین پر طعنہ زنی کر رہا ہے۔

علامہ ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں فرماتے ہیں کہ یہ بات اہلسنت وجماعت کے اعتقاد میں شامل ہے کہ حضرت علی اور حضرت معاویہ کے مابین جو لڑائیاں ہوئی ہیں اس پر اجماع ہے کہ وہ استحقاق خلافت میں نہ تھی اور جو فتنے برپا ہوئے ان کا سبب بھی یہ نہ تھا بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت معاویہ حضرت عثمان کے چچازاد بھائی ہونے کی حیثیت سے حضرت علی سے قاتلین عثمان کو مانگتے تھے حضرت علی انہیں سپرد کرنے سے یہ گمان کرتے ہوئے احتراز کر رہے تھے کہ ان کی فوری سپردگی سے اکثر قبائل میں اضطراب پھیلے گا اور نظام حکومت تہ و بالا ہو کر رہ جائیگا۔

علامہ ابن حجر اسی صواعق محرقہ کے ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ اہلسنت کے اعتقاد میں یہ بات بھی داخل ہے کہ حضرت علی کی موجودگی میں حضرت معاویہ خلیفہ

نہ تھے البتہ انہیں اپنے اجتہاد کا ایک اجر ضرور ملے گا اور حضرت علی کو ایک اجر صرف اجتہاد کا اور دوسرا اجتہاد کے درست ہونے پر ملے گا بلکہ دس اجر ملیں گے۔

خلافت حضرت معاویہ

اسی صواعق محرقہ میں صحیح بخاری کی حدیث ان ابنی ھذا سید لعل اللہ یصلح بین فئتین عظیمتین من المسلمین (جو کہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت میں ہے) کے تحت لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں کے مابین صلح کا ذکر فرمایا اور یہ دلیل ہے حضرت حسن کے صلح کی درست ہونے کی۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس سے صلح کے بارے میں حضرت حسن کا اختیار بھی ثابت ہو رہا ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ اس سے حضرت معاویہ کی خلافت کا صحیح ہونا بھی ثابت ہوا۔ ہم عنقریب اس قضیہ خلافت کا جو اس صلح پر مترتب ہوتا ہے وضاحت سے ذکر کریں گے۔

حق بات تو یہ ہے کہ اس صلح کے بعد حضرت معاویہ کی خلافت ثابت ہو گئی اور وہ اس کے بعد خلیفہ برحق اور امام صدق قرار پائے۔

دعاء رسول

ترمذی شریف میں ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن ابی عمیرہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اللھم اجعلہ ھادیا مھدیا۔ اور امام احمد اپنی مسند میں لکھتے ہیں کہ حضرت عرباض بن ساریہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو فرماتے ہوئے سنا۔ اللھم علم معاویۃ الکتاب والحساب۔

تشریح

پہلی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ آپ کے لئے یہ دعا فرما رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہادی مہدی بنائے۔ یہ حدیث حسن ہے اور اسے حضرت معاویہ کی فضیلت میں پیش کیا جاسکتا ہے۔ حضرت علی اور آپ کے درمیان جو جنگیں ہوئی ہیں۔ ان میں آپ پر انگشت نمائی نہیں کی جاسکتی۔ کیونکہ وہ جنگیں اجتہاد پر

مبنی تھیں اور اگر مجتہد غلطی کرے تو اس کا عذر معقول ہونے کی وجہ سے اس کی ملامت اور مذمت نہیں کی جائے گی۔ اسی غلطی کی وجہ سے تو وہ ایک اجر کا مستحق ہو رہا ہے۔

دوسری حدیث میں بھی رسول اللہ آپ کے لئے دعا فرما رہے ہیں اور دعا رسول یقیناً مستجاب و مقبول ہے۔ چنانچہ اس سے ہمیں یہ معلوم ہوا کہ جو کچھ حضرت معاویہؓ نے اس سلسلے میں کیا ہے اس پر انہیں اجر ملے گا۔

دونوں گروہوں کے اسلام پر حدیث گواہ ہے

حدیث مذکورہ میں فئتین عظیمتین مسلمین کا لفظ ہے جو ان کے اسلام کی بقا پر دلالت کر رہا ہے دونوں گروہ علیحدگی میں برابر ہیں کسی کی تفسیق و تنقیص درست نہیں۔ اگرچہ حضرت معاویہ کا گروہ باغی تھا لیکن اس کی تفسیق نہیں کی جائے گی۔ علامہ ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں فرماتے ہیں بہرحال جو بدعتی لوگ کہتے ہیں کہ مَنْ سَبَّهُ وَلَعَنَهُ فَلَهُ فِيهِ أُسْوَةٌ (جس نے ان حضرات کو گالی دی اور ان پر لعنت بھیجی ان کے لئے طریقہ ہے) یعنی حضرات شیخین اور حضرت عثمان کا طریقہ ہے ان کے اس قول کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ ایسی باتیں اکثر جہل لوگ کرتے ہیں ایسے لوگوں پر اللہ کی لعنت ہو اور ذلیل و رسوا ہو۔ اہلسنت کے واضح دلائل و براہین کی تلواریں ایسے لوگوں کے سروں پر لٹک رہی ہیں۔

خون بہا میں تاخیر کا سبب

علامہ ابن ہمام مسائرہ میں فرماتے ہیں حضرت علی اور حضرت معاویہ کی جنگ منازعت اور جھگڑے پر نہیں اجتہاد پر مبنی تھی حضرت علی کا خیال تھا کہ قاتلانِ عثمان بڑے قبیلے والے ہیں اور فوج میں شامل ہو گئے ہیں اب اگر کوئی فوری کاروائی سامنے آتی ہے تو اس سے نظام خلافت درہم برہم ہو جائے گا۔ اس لئے تاخیر

زیادہ مناسب ہے یہاں تک کہ ان پر مکمل کنٹرول نہ ہو جائے کیونکہ اشتر نخعی سے یہ بات منقول ہے کہ جنگ جمل کے دن حضرت علی نے آواز دی کہ قاتلین عثمان ہم سے علیحدہ ہو جائیں تو ان لوگوں نے آپ پر بھی خروج اور قتل کی تدبیر سوچنی شروع کر دی۔

اختلاف صحابہ

شرح عقائد نسفی میں حضرت علی کے بیان میں ہے کہ ان میں جو جنگیں اور مخالفتیں ہوئی وہ استحقاق خلافت میں نہیں تھی بلکہ خطا اجتہادی تھی علامہ خیالی اس کے حاشیہ میں فرماتے ہیں حضرت معاویہ اور ان کے گروہ نے حضرت علی سے اس اعتراف کے باوجود کہ وہ اہل زمانہ سے افضل اور امامت کے زیادہ حقدار ہیں قاتلین عثمانؓ سے قصاص نہ لینے کے شبہ میں بغاوت کر دی۔ ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں لا تذکروا الصحابۃ الا بخیر (صحابہ کا ذکر خیر ہی کرو) اگر ان میں کسی کی کچھ ایسی باتیں ہیں جو بظاہر شر نظر آتی ہیں تو وہ یا اجتہاد کے قبیل سے ہیں یا ایسی ہیں جن سے انکا مقصد فساد و عناد نہیں بلکہ ان حضرات سے حسن ظن کی بنا پر خیر پر محمول کرنا چاہیے۔ کیونکہ حضور علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے۔ خیر القرون قرنی اور اذا ذکر اصحابی فامسکوا۔ اسی لئے جمہور علماء کا قول ہے کہ تمام صحابہ کرام قتل عثمان اور اختلاف علی و معاویہ کے پہلے اور بعد عادل ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے جسے دارمی نے روایت کیا ہے کہ اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم علامہ ابن دقیق العید اپنا عقیدہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مشاجرات صحابہ میں دو قسم کی روایتیں منقول ہیں۔ ایک باطل اور جھوٹ۔ یہ تو قابل اعتنا ہی نہیں۔ اور دوسری صحیح روایتیں۔ ان کی اچھی اور مناسب تاویل کرنی چاہئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ پہلے ان کی تعریف و توصیف فرما چکا ہے اور بعد میں جو باتیں ان سے منسوب یا منقول ہیں وہ قابل تاویل ہیں اس لئے کہ محقق و معلوم کو مشکوک و موہوم چیز باطل

نہیں کر سکتی۔ ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں۔ صحابہ کی ایک جماعت جس نے حضرت علی کی طرف سے مدافعت کی اور ان کی معیت میں جمل و صفین میں شریک ہوئے۔ اس چیز سے حضرت علی کا خلیفہ نہ ہونا ثابت نہیں ہوتا اور نہ ہی مخالفین کی گمراہی ثابت ہوتی ہے کیونکہ مسئلہ خلافت حقیقت میں اختلافی و نزاعی تھا ہی نہیں بلکہ اختلاف قاتلان عثمانؓ سے جلد یا بدیر بدلہ لینے میں تھا اس میں بھی اختلاف اجتہادی تھا۔ کیونکہ ان حضرات گرامی میں کوئی بھی فاسق و گمراہ نہ تھا اسی قول پر تمام علماء کا اعتماد ہے اسی شرح فقہ اکبر میں ہے کہ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر مجتہد تھے اور ان سے خطأ اجتہادی واقع ہوئی ہے۔ کیونکہ ظاہری دلائل سے قتل عمد پر قصاص واجب ہے۔ اس لئے کہ امام المسلمین کا خون فساد پھیلانے کے لئے بہایا گیا صحیح سے تاویلِ فاسد کو ملایا گیا اور مواخذہ میں توقف علم خفی ہے جس پر حضرت علیؓ کو دسترس حاصل تھی۔ کیونکہ رسول اللہ نے آپ سے فرمایا تھا اِنَّكَ تُقَاتِلُ عَلَى التَّاوِيْلِ كَمَا تُقَاتِلُ عَلَى التَّنْزِيْلِ (آپ سے تاویل پر جنگ کی جائے گی جیسا کہ تنزیل پر کی گئی ہے) چنانچہ بعد میں دونوں صحابی اپنے کئے پر نادم تھے اور حضرت عائشہ بھی پچھتاتی تھیں اور اتنا روتیں کہ دوپٹہ تر ہو جاتا حضرت معاویہؓ کی خطا اجتہادی تھی اور انہوں نے اس پر اصرار بھی نہیں کیا کہ انہیں فاسق کہا جائے۔

کیا حضرت معاویہ باغی تھے

اہلسنت وجماعت نے انہیں باغی کہنے میں اختلاف کیا بعض نے اس سے روکا لیکن دوسرا گروہ رسول اللہ کی وہ حدیث پیش کرتا ہے جس میں آپ نے عمار ابن یاسر سے فرمایا تھا۔ تقتلك فئة الباغيه۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی تکمیل الایمان میں فرماتے ہیں۔ ہم صحابہ کا صرف ذکر خیر ہی کرتے ہیں اور اہلسنت و

وجماعت کا طریقہ بھی یہی ہے کہ صحابہ کا ذکر خیر ہی کیا جائے ان پر لعن طعن و تشنیع اور اعتراض و انکار نہ کیا جائے اور ان سے سوٗادبی نہ کی جائے کیونکہ ان حضرات نے رسول اللہ کی صحبت پائی ہے اور ان کے فضائل و مناقب آیات و احادیث میں بکثرت موجود ہیں اور فرمایا بعض کی آپس میں مشاجرات و محاربات اور اہلبیت رسولؐ کے حقوق میں کوتاہی منقول ہے اس میں اول تو تحقیق و تفتیش کی جائے اگر ایسی کوئی چیز ثابت بھی ہو تو اسے گفتہ ناگفتہ اور شنیدہ ناشنیدہ کر دیا جائے کیونکہ ان حضرات کی صحبت مع النبیؐ یقینی ہے اور روایات ظنی۔ چنانچہ ظن یقین کا معارض نہیں اسی لئے ظن سے یقین متروک نہیں ہوتا۔

چنانچہ سرحد دار السلام پر آباد حضرات میں حضرت معاویہ۔ حضرت عمر بن عاص اور مغیرہؓ بن شعبہ وغیرہ ہم کی کچھ باتیں ایسی ہیں جو حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں جن سے باطن میں کدورت اور دل میں وحشت پیدا ہوتی ہے۔ لیکن جو لوگ مشائخ اہلسنت وجماعت کے تابع ہیں اپنی زبانوں کو بند رکھتے ہیں اور ان حضرات کے بارے میں کوئی نازیبا کلمہ زبان پر نہیں لاتے۔ آثار میں ہے کہ جنگ صفین میں حضرت معاویہؓ کے لشکر سے ایک گرفتار شدہ آدمی حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر کیا گیا حاضرین میں سے ایک آدمی کو اس پر رحم آگیا اور کہنے لگا کہ سبحان اللہ میں تو انہیں بہت اچھا مسلمان سمجھتا تھا افسوس کہ آخر ان کی یہ حالت ہو گئی۔ تو حضرت علیؓ نے فرمایا۔ کیا کہہ رہے ہو۔ وہ اب بھی مسلمان ہیں۔

حضرات صحابہ کرام پر لعن وطعن اور دشنام طرازی اگر دلیل قطعی کے مخالف ہے تو کفر ہے۔ جیسے حضرت عائشہ پر تہمت لگائی جائے۔ معاذ اللہ من ذالك۔ ان کی طہارتِ دامن نصوص قرانیہ سے ثابت ہے اور اگر دلیل قطعی سے ثابت نہ ہو تو بدعت و فسق ہے۔

منشأ اختلاف

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ تکمیل الایمان میں فرماتے ہیں شہادت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علیؓ (حقدار ہونے کی بنا پر) خود بخود خلیفہ متعین ہو گئے (کیونکہ مجلس شوریٰ میں حضرت عثمانؓ کے بعد آپ کی خلافت پر اتفاق ہو چکا تھا آپ اہل حل وعقد کے اجماع سے خلیفہ برحق اور امام مطلق ہوئے اور مخالفین کی نظر سے جو نزاع آپ کے دور خلافت میں ہوا استحقاق خلافت اور حق امامت میں نہیں تھا، بلکہ اس بغاوت وخروج کا منشا اجتہاد میں خطا تھی کہ حضرت معاویہ اور حضرت عائشہ قاتلین عثمان کو فوری سزا دینے کے حق میں تھے اور حضرت علی اور دوسرے صحابہ تاخیر کے حق میں تھے۔

علامہ جمال الدین محدث روضۃ الاحباب فی سیر النبی والآل والاصحاب میں فرماتے ہیں واضح ہو کہ بعض صحابہ کرام کی آپس میں مخالفت ومخاصمت اہلسنت کے نزدیک نفسانیت پر نہیں بلکہ اجتہاد پر محمول ہے۔ اس سلسلہ (مخالفت ومخاصمت) کی تمام روایات تاویلات اور محامل صحیحہ کے قابل ہیں۔ اگرچہ ان میں بعض روایات ایسی بھی ہیں جن کی کوئی مناسب تاویل نہیں کی جا سکتی۔ لیکن میں کہتا ہوں۔ اول تو یہ باتیں بطریق اخبار منقول ہیں۔ دوم۔ یہ کہ ان کے راوی اکثر ضعیف اور کذاب ہیں دونوں صورتوں میں آیات قرآنی اور احادیث مشہورہ کے مقابل میں نہیں آ سکتی۔ اس صورت حال کے پیش نظر مناسب یہی ہے۔ کہ ان اخبار و روایات کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام پر طعن وتشنیع نہیں کرنی چاہیئے۔ کیونکہ ان حضرات پر طعن وتشنیع آخرت میں نقصان اور خسارہ کا سبب ہے اور اس طریقہ پر جھوٹوں کی خبروں سے کتاب وسنت کا ابطال بھی لازم نہیں آئے گا۔ اس سلسلہ میں جو وعیدیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں۔ ان کا خیال رکھنا

چاہیئے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیئے۔

علامہ ابوالفضل تورپشتی المعتمد فی المنتقدین توقیر صحابہ کرام کے بیان میں فرماتے ہیں کہ تمام مسلمانوں کے لئے لازمی ہے کہ صحابہ کرام کو بنظر تعظیم دیکھیں اور کسی حال میں بھی ان نفوس قدسیہ کے سلسلہ میں زبان درازی نہ کریں۔ کیونکہ رسول اللہ نے اسی فتنہ سے امت کو آگاہ کرتے ہوئے فرمایا تھا۔ اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذوھم بعدی غرضا فوالذی نفس محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بیدہ لو انفق احدکم مثل احد ذھبا ما ادرک احدھم ولا نصیفہ (میرے صحابہ کے بارے میں اللہ رب العزت سے ڈرو اور انہیں اعتراضات کا نشانہ نہ بناؤ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضے میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے کہ اگر تم احد پہاڑ جتنا سونا خرچ کرو تو بھی اس اجر وثواب کو نہیں پاؤ گے اور نہ اس کا آدھا جو میرے صحابہ کو حاصل ہے) شیطان تعصب اور نفس پرستی سے لوگوں کے دلوں میں یہ بات ڈالتا رہتا ہے کہ صحابہ کرام کی آپس کی مخالفت دین کی وجہ سے ہے۔ رسول اللہ کے بعد ان کی سیرت میں تغیر آ گیا تھا۔ آپس میں جنگ کی خونریزی کی مسلمانوں کو فتنے میں مبتلا کیا۔

اس کے متعلق پہلے یہ بات ذہن میں راسخ کر لینی چاہیئے۔ کہ وہ بہرکیف آدمی تھے۔ فرشتے بھی نہ تھے اور منصب نبوت پر بھی فائز نہ تھے۔ کہ گناہوں سے معصوم ہوتے ان سے خطا تو ہو سکتی ہے لیکن رسول اللہ کے شرف محبت ومجلس کی وجہ سے اس پر اصرار ممکن نہیں۔ جب کبھی ایسا موقع آیا تو حق بات کی وضاحت کے بعد فوراً حق کی طرف مائل ہو گئے۔ اس بارے میں اہل حق کا مذہب بھی یہ ہے کہ بندہ صرف گناہ کرنے سے کافر نہیں ہوتا (اس کی دلیل عنقریب آئے گی) اور اگر کافر نہیں ہوتا تو لامحالہ مومن ہوگا۔ تو مومن فاسق کو بھی سب وشتم کرنا جائز نہیں چہ جائیکہ صحابہ کرام کی برائی کی

جائے جن کی اللہ تعالیٰ نے تعریف کی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
ان کی عزت وحرمت کی وصیت فرمائی ہے اور ان کی عیب جوئی پر سرزنش کی
ہے اور فرمایا میرے صحابہ سے کچھ نامناسب چیزوں کا صدور ہوگا لیکن آپ
لوگ ان پر نکتہ چینی نہ کرنا کیونکہ اللہ تعالیٰ میرے سبب ان کی اس قسم کی باتوں
سے درگزر فرمائے گا (اس مسئلہ میں احادیث کثیرہ موجود ہیں)

امام غزالی کا نقطہ نظر

امام غزالی علیہ الرحمہ کیمائے سعادت میں اعتقاد
کے بیان میں فرماتے ہیں. اللہ تعالیٰ نے تمام
رسولوں کے آخر میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مخلوق کی ہدایت کے لئے مبعوث
فرمایا اور مقام نبوت میں وہ کمال عطا فرمایا جس سے زیادتی کا تصور بھی نہیں کیا
جاسکتا اور خاتم الانبیاء بنا کر بھیجا جس کے بعد کوئی نبی ورسول
نہیں آسکتا. تمام جن وانس کو آپ کی اطاعت ومتابعت کا حکم دیا گیا اور تمام
نبیوں کا سردار بنایا گیا اور دوسرے انبیاء کرام کے صحابہ سے بہتر صحابہ عطا فرمائے
گئے۔

عمر بن عبدالعزیز کا خواب

اور امام غزالی علیہ الرحمہ کیمائے سعادت
کے احوال مردماں کے بیان میں لکھتے
ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا کہ میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کو اس حالت میں دیکھا کہ حضرت ابوبکر وحضرت عمر رضی اللہ عنہما آپ کے ساتھ بیٹھے
ہوئے ہیں. میں اس محفل میں حاضر ہی ہوا تھا کہ حضرت علی اور حضرت معاویہ
رضی اللہ عنہما دونوں آئے اور ایک مکان میں چلے گئے. تھوڑی دیر بعد حضرت
علی باہر آئے اور فرمایا قُضِیَ لِیْ وَرَبِّ الْکَعْبَۃِ (واللہ میرا حق ثابت ہو گیا)
پھر حضرت معاویہ باہر آئے اور فرمایا غُفِرَ لِیْ وَرَبِّ الْکَعْبَۃِ (رب کعبہ کی

قسم مجھے معاف کر دیا گیا)

حضرت معاویہ بغاوت میں خطا پر ہونے کے باوجود معذور بلکہ جمہور
اہلسنت کے نزدیک خطاء اجتہادی کی وجہ سے ماجور ومثاب ہیں. اس باب
میں مورخین کی حکایتیں اور قصے بے سروپا ہیں اگر ان چیزوں کو تسلیم بھی کرلیں تو
بھی حضور علیہ السلام کی شرف محفل اور وعدہ کے مطابق صحابہ کرام خطاؤں سے
پاک اور مغفور ہیں.

ایک شبہ کا ازالہ

اگر کوئی یہ کہے کہ تحفہ اثنا عشریہ (تصنیف شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ)
میں رافضیوں اور اہلسنت کے سلسلہ میں سوال وجواب میں مذکور ہے۔
سوال. کہ جب آپ انہیں (حضرت معاویہ کو) باغی ومتغلب سمجھتے ہیں تو ان
پر لعنت کیوں نہیں کرتے ؟
جواب. اہلسنت وجماعت کے نزدیک مرتکب کبیرہ پر لعنت جائز نہیں اور باغی
مرتکب کبیرہ ہے اس لئے اس پر لعنت جائز نہیں اس شبہہ کا جواب یہ ہے
کہ تحفہ اثنا عشریہ میں شاہ صاحب کا تخاطب فرقہ مخالف سے ہے اس
لئے اسے مبنی پر تنزل سمجھا جائے گا ورنہ جمہور کی مخالفت کے ساتھ ساتھ
اپنے والد ماجد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی کتاب ازالۃ الخفا کی
مخالفت لازم آئے گی. حالانکہ آپ تحفہ اثنا عشریہ میں اس کتاب کا حوالہ
دے چکے ہیں مثلاً حضرت معاویہ مجتہد مخطی ہیں اور شبہ سے تمسک کی
وجہ سے معذور ہیں. اس پر قصہ اہل جمل کی طرح میزان شرع میں میں نے
بہت واضح دلیل دی ہے اور شیخ المشائخ حضرت شیخ احمد سرہندی نے اپنے

مکتوبات میں جو قول نقل کیا ہے اس کے بھی مخالف ہے۔ مثلاً رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے تمام صحابہ بزرگ ہیں اور ان کا ذکر عزت و احترام سے کرنا چاہئے
خطیب حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ ان اللہ اختارنی و
اختار لی اصحاب و اختار لی منھم اصحابا و انصارا فمن حفظنی
فیھم حفظہ اللہ و من اذانی فیھم اذاہ اللہ (بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے
پسند فرمایا اور میرے لئے صحابہ کو پسند کیا انہیں میرے لئے مددگار اور رشتہ داری
کے لئے پسند کیا جس نے ان کے بارے میں مجھے محفوظ رکھا اللہ تعالیٰ اسے محفوظ
رکھے گا اور جس نے ان کے بارے میں مجھے اذیت و تکلیف دی اللہ تعالیٰ اسے
اذیت و تکلیف دے گا۔)

اور طبرانی ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا۔ من
سب اصحابی فعلیہ لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین (جس نے
میرے صحابہ کو برا کہا اس پر اللہ تعالیٰ ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت ہے) ابن
عدی حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا اِنَّ اَشْرَارَ
اُمَّتِیْ اَجْرَاُھُمْ عَلٰی اَصْحَابِیْ (میری امت کے شریر میرے صحابہ پر جرأت
کریں گے) ان حضرات کے اختلاف کو اچھی چیز پر محمول کرنا چاہئے اور ہوا و
ہوس پر قیاس نہ کرنا چاہئے کیونکہ ان حضرات کے اختلاف اجتہاد و تاویل
پر مبنی ہیں اور جمہور اہلسنت وجماعت کا یہی مذہب ہے۔

خطا اجتہادی

یہ بات پیش نظر رہے کہ حضرت علی سے مقابلہ و مقاتلہ
کرنے والے خطا پر تھے اور حق حضرت علی کے ساتھ
تھا چونکہ یہ خطاء اجتہادی تھی اس لئے ان حضرات کو ملامت اور ان سے مواخذہ
نہیں کیا جاسکتا جیسا کہ شارح مواقف نے کہا ہے کہ اختلاف جمل اور صفین اجتہاد

پر مبنی تھا۔ شیخ ابو شکور سلمی نے تمہید میں تصریح کی ہے کہ اہلسنت وجماعت اس
پر متفق ہیں کہ حضرت معاویہ اور ان کے معاونین خطا پر تھے۔ لیکن یہ خطاء
خطاء اجتہادی تھی۔ شیخ ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں لکھتے ہیں کہ اہلسنت کے معتقدات
میں یہ ہے کہ حضرت معاویہ کا حضرت علی سے اختلاف اجتہاد پر مبنی تھا اور
جو شارح مواقف نے لکھا ہے کہ بہت سے صحابہ کا قول ہے کہ یہ اختلاف اجتہاد
پر مبنی نہیں۔ اس قول میں کون سے صحابہ مراد ہیں (ان کی وضاحت نہیں ہے)
اہلسنت کا قول گذشتہ اوراق میں آپ پڑھ چکے ہیں اور علماء امت کی کتابیں
اس خطاء کے خطاء اجتہادی ہونے پر شاہد ہیں۔ امام غزالی اور قاضی ابوبکر
کا بھی یہی قول ہے اسی وجہ سے حضرت علی سے لڑنے والوں کی تضلیل و تفسیق
جائز نہیں۔ قاضی عیاض شفا میں فرماتے ہیں۔ کہ جو شخص صحابہ رسول مثلاً حضرت
ابوبکر حضرت عمر۔ حضرت عثمان۔ حضرت علی۔ حضرت معاویہ اور حضرت عمرو ابن
عاص میں سے کسی ایک پر سب و شتم کرے یا ان کی تضلیل و تکفیر کرے تو اسے
قتل کر دیا جائے اور اگر ائمہ کرام پر سب و شتم کرے تو اسے سخت ترین سزا
دی جائے۔ حضرت علی اور حضرت معاویہ کی طرف سے لڑنے والوں کی تکفیر جائز
نہیں جیسا کہ خوارج نے کی اور اسی طرح ان کی تفسیق بھی جائز نہیں جیسا کہ بعض
نے کہا ہے اور شارح مواقف نے کہا ہے کہ صحابہ نے ان حضرات کی طرف فسق
کی نسبت کی ہے۔ یہ کیونکر ہو سکتا ہے جب کہ حضرت عائشہ۔ حضرت طلحہ
حضرت زبیر اور دیگر بے شمار صحابہ کرام اس میں شریک تھے بلکہ حضرت زبیر اور
حضرت طلحہ جنگ جمل میں شہید ہوئے جب کہ حضرت معاویہ کا واقعہ جس میں
انہوں نے تین ہزار لشکر کے ساتھ خروج کیا (اور معرکہ صفین برپا ہوا) بہت
بعد کا ہے۔

ان حضرات کو فاسق کہنے کی جرأت وہی کر سکتا ہے جس کے دل میں مرض اور باطن میں خبث ہو. حضرت معاویہ کے بارے میں بعض علماء نے جو لفظ جور استعمال کیا ہے اور کہا ہے کان اماماً جائراً اس سے مراد وہ جور نہیں جس کا معنی فسق وضلالت ہے بلکہ اس سے مراد حضرت علیؓ کی موجودگی میں خلافت کا عدم تحقق ہے اور یہ قول مذہب اہلسنت کے مطابق ہے. ارباب استقامت خلاف مقصود الفاظ کے استعمال سے اجتناب کرتے ہیں اور خطاء اجتہادی سے زیادہ کچھ نہیں کہتے. اس سے زیادہ الفاظ جائز بھی کیسے ہو سکتے ہیں. کیونکہ امام ابن حجر عسقلانی صواعق محرقہ میں لکھتے ہیں. قد صح انہ کان اماماً عادلاً فی حقوق اللہ سبحانہ وفی حقوق المسلمین (بے شک وہ حقوق الٰہی اور حقوق مسلمین میں امام عادل تھے)

مولانا جامی پر اعتراض

مولانا عبدالرحمٰن جامی علیہ الرحمہ اس خطا[1] کو خطاء منکر سمجھتے ہیں حقیقتاً یہ زیادتی ہے بلکہ خطا پر اضافہ زیادتی ہے اور اس کے بعد مولانا جامی کا یہ فرمانا کہ

اگر او مستحق لعنت است الخ

بالکل نامناسب ہے اس مقام میں نہ کوئی اشتباہ ہے اور نہ ہی یہ تردید کی جگہ ہے. اگر یزید کے بارے میں لکھتے تو اس میں گنجائش تھی لیکن حضرت معاویہ کے بارے میں ایسا قول نامناسب ہے. ثقہ اسناد سے حدیث میں یہ روایت موجود ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت معاویہ کے بارے میں فرمایا.

[1] مولانا جامی کی کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا گیا. مترجم.

اَللّٰھُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالْحِسَابَ وَقِهِ الْعَذَابَ (اے اللہ انہیں (حضرت معاویہ) کتاب و حکمت اور حساب کا علم عطا فرما اور عذاب سے محفوظ رکھ)

ایک دوسری روایت میں آپ نے فرمایا.

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا وَمَهْدِيًّا (اے اللہ انہیں ہدایت یافتہ اور ہدایت دینے والا بنا)

آپ کی دعا یقیناً مقبول و منظور بارگاہ خداوندی ہے. اصل میں اس مقام میں مولانا جامی سے سہو ونسیان ہو گیا ہے اور وہی مولانا جامی نے حضرت معاویہ کا نام لینے کے بجائے "ان صحابی دیگر" (وہ دوسرے صحابی) کے الفاظ استعمال کئے. یہ بھی مولانا کی ناخوشی پر دلالت کرتے ہیں. رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَّسِينَا.

امام شعبی پر اعتراض کا جواب

حضرت امام شعبی[1] سے جو کچھ حضرت معاویہؓ کی مذمت میں منقول ہے اس کے بارے میں حق بات تو یہ ہے کہ انہوں نے حضرت معاویہ کی طرف فسق کی نسبت کبھی نہیں کی اور وہ حضرت معاویہ کو ہمیشہ اس سے بالا تر سمجھتے رہے.

ہمارے امام حضرت ابو حنیفہ چونکہ امام شعبی کے شاگرد ہیں اس لئے ہمارے لئے ضروری و لازمی تھا کہ ہم بر تقدیر صدق اس روایت کا ذکر کرتے. امام شعبی کے معاصر حضرت امام مالک جو تابعی اور اعلم علماء مدینہ ہیں حضرت معاویہ اور

[1] امام شعبی کے اس قول کا ماخذ ذکر نہیں کیا گیا (مترجم)

حضرت عمرو بن عاص پر سب وشتم کرنے والے کو واجب القتل سمجھتے ہیں تھے

اگر یہ حضرات ایسے ہوتے تو امام مالک کیسے ان پر سب وشتم کرنے والے کو واجب القتل سمجھتے اس سے معلوم ہوا کہ آپ اسے کبائر میں شمار کرتے تھے ورنہ حکم قتل نہ لگاتے۔ حضرت امام مالک حضرت معاویہ کی برائی کو حضرت ابوبکر حضرت عمر اور حضرت عثمان کی برائی کی طرح تصور کرتے تھے

چنانچہ حضرت معاویہ کسی مذمت وملامت کے مستحق نہیں ہیں۔

حضرت معاویہ پر تنقید زندیقوں کا کام ہے

اے برادر حضرت معاویہ اس میدان میں اکیلے نہیں بلکہ کم وبیش نصف صحابہ کرام آپ کے ساتھ شریک ہیں چنانچہ حضرت معاویہ کی معیت میں حضرت علی کے ساتھ جنگ کرنے والوں کو اگر کافر وفاسق کہا جائے تو دین متین کے اس حصہ سے دستبردار ہونا پڑے گا جو ان حضرات کے ذریعہ ہم تک پہنچا ہے۔ اس کو صرف زندیق ہی جائز قرار دے سکتے ہیں۔ جن کا مقصد دین مبین کا ابطال ہوتا ہے۔

مبدأ اختلاف

اے برادر۔ اس فتنہ کا منشأ قاتلین عثمان سے قصاص لینا تھا۔ سب سے پہلے مدینہ منورہ سے حضرت طلحہ اور حضرت زبیر میدان میں آئے اور حضرت عائشہ صدیقہ نے ان حضرات کی موافقت ومعاونت کی۔ جنگ جمل (حضرت علی) اور ان حضرات کے مابین ہوئی اور تیرہ ہزار آدمی شہید ہوئے۔ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر جو کہ عشرہ مبشرہ میں سے تھے اسی جنگ میں شہید ہوئے۔ اس جنگ کا سبب قاتلین عثمان سے قصاص میں تاخیر کرنا تھا۔ اس کے بعد حضرت معاویہ بھی اس گروہ میں شامل ہو گئے اور

معرکہ صفین برپا ہوا۔

حضرت امام غزالی نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ یہ اختلاف حق خلافت میں نہیں تھا بلکہ حضرت علی سے مطالبۂ قصاص تھا۔ امام ابن حجر مکی نے بھی اس قول کو اہلسنت کے معتقدات میں شمار کیا ہے۔ اکابر حنفیہ حضرت شیخ ابوشکور سالمی مندرجہ بالا قول سے اختلاف کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

حضرت معاویہ کا حضرت علی سے اختلاف مسئلہ خلافت میں تھا کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت معاویہ سے فرمایا تھا۔ اِذَا مَلَکْتَ النَّاسَ فَارْفَقْ بِہِمْ (جب تو لوگوں پر حاکم ہو جائے تو نرمی سے پیش آنا) حضرت معاویہ میں اسی وقت خلافت کی امید پیدا ہو گئی تھی لیکن اس اجتہاد میں خطا وار تھے اور حضرت علی حق پر تھے کیونکہ ان کی خلافت کا وقت حضرت علی کے بعد تھا۔ ان دونوں اقوال میں تطابق وتوافق اس طرح ہو گا کہ ابتدا میں منشاء اختلاف تاخیر قصاص تھا۔ بعد ازیں خلافت کی امید پیدا ہوئی (اور خلافت کے حصول میں جنگ ہونے لگی) بہر صورت یہ اجتہادی مسئلہ تھا اگر خطاوار ہیں تو ایک درجہ ثواب اور اگر حق پر ہیں تو دو درجے ثواب بلکہ دس درجے ثواب ملے گا۔

مشاجرات صحابہ میں سکوت کا حکم

اے برادر۔ اس سلسلے میں سب سے اچھی چیز یہی ہے کہ مشاجرات صحابہ میں سکوت اختیار کیا جائے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ان کے آپس کے اختلاف میں پڑنے سے منع فرمایا ہے۔ حدیث میں ہے کہ اِیَّاکُمْ وَمَا شَجَرَ بَیْنَ اَصْحَابِیْ (میرے صحابہ کے آپس کے اختلاف میں خاموش رہو) اور فرمایا اذا ذکر اصحابی فامسکوا (جب میرے صحابہ

کا ذکر ہو تو زبان قابو میں رکھو) اللہ اللہ فی اصحابی اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذوھم غرضاً (میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو انہیں اعتراض کا نشانہ نہ بناؤ) امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں اور یہی بات حضرت عمر بن عبدالعزیز سے منقول ہے کہ تِلْكَ دِمَاءٌ طَهَّرَ اللّٰهُ عَنْهَا اَيْدِيَنَا فَلْيُطَهِّرْ عَنْهَا اَلْسِنَتَنَا (اس خون سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھوں کو محفوظ رکھا اور مناسب ہے کہ ہم اپنی زبانیں اس سے بچائے رکھیں)

اس عبارت سے یہ مفہوم ہو رہا ہے کہ ہمیں ان کی خطا کو زبان پر نہیں لانا چاہئے اور ان کا ذکر ہمیشہ اچھائی سے کرنا چاہئے۔

لعنت یزید

البتہ یزید فاسقوں کے گروہ میں شامل ہے اس پر لعنت میں توقف اور سکوت اس لئے ہے کہ اہلسنت وجماعت کے ہاں یہ قاعدہ ہے کہ شخص معین اگرچہ کافر ہی کیوں نہ ہو اس پر لعنت جائز نہیں الّا یہ کہ اس کے خاتمہ بالکفر کا یقین ہو جیسا کہ ابولہب اور اس کی بیوی میں اہلسنت کے سکوت کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ وہ مستحق لعنت نہیں بلکہ اس کا ملعون ہونا آیۃ کریمہ ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ الخ سے ثابت ہے۔

آخری گذارش

اس دور میں اکثر لوگوں نے خلافت وامامت میں بحث شروع کی ہوئی ہے اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کی مخالفت کو اپنا نصب العین بنایا ہوا ہے۔ جہلاً مؤرخین اور مُردگان اہل بدعت کی تقلید میں صحابہ کرام کو نازیبا الفاظ سے یاد کرتے ہیں اور ان نفوس قدسیہ کی طرف نامناسب باتیں منسوب کرتے ہیں۔

چنانچہ میں نے عوام کی ضرورت اور خیرخواہی کے پیش نظر اپنے علم کے مطابق

جو کچھ جانتا تھا سپرد قرطاس کر کے دوستوں اور عزیزوں کو ارسال کیا کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا۔ اذا ظہرت الفتن او قال البدع و سبت اصحابی فلیظہر العالم علمہ فمن لم یفعل ذالک فعلیہ لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین لا یقبل اللہ صرفا ولا عدلا (جب فتنے ظاہر ہوں یا بدعت کا رواج ہونے لگے اور میرے صحابہ پر دشنام طرازی ہونے لگے پس عالم کو چاہئے کہ اپنے علم کو ظاہر کرے ورنہ اس پر اللہ تعالیٰ فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے نہ ان کے نوافل اور نہ فرض قبول کئے جائیں گے)

چنانچہ اہلسنت وجماعت کے معتقدات کو مدار اعتقاد بنانا چاہئے اور زید عمرو کی باتوں پر کان نہیں دھرنے چاہئے۔ من گھڑت افسانوں کو مدار اعتقاد بنانا اپنے آپ کو ضائع کرنا ہے صرف گروہ ناجیہ کی تقلید ضروری ہے جس پر نجات کا مدار ہے۔ اس کے علاوہ امید نجات کہیں بھی وابستہ نہیں کی جا سکتی والسلام علیکم وعلی سائر من اتبع الہدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام۔ سردست اپنے آئمہ کرام کی کتابوں کے حوالوں سے (یہ مختصر رسالہ) پیش کر رہا ہوں اگرچہ اس سے علاوہ دوسری عبارتیں بھی ہیں لیکن ہم نے اپنے ائمہ کرام کی عبارات کو کافی سمجھتے ہوئے دوسری عبارات کا تذکرہ نہیں کیا۔

یہ پوری بحث جنگ جمل وصفین کے شرکاء کے بارے میں ہے جن کے سربراہ حضرات صحابہ کرام تھے۔ لیکن جنگ نہروان کے شرکاء جو کہ محققین کے قول کے مطابق نہ صحابہ کرام تھے اور نہ وہ مجتہد تھے با ایں ہمہ حضرت علیؓ کے لشکر سے علیحدہ ہونے اور خواہ مخواہ آپ کی تکفیر کی ایسے لوگ فاسق ہیں البتہ ان کے کفر میں اختلاف ہے تاہم عدم تکفیر کا قول راجح ہے۔ صحیح روایات کے مطابق خود

حضرت علی نے ان کی تکفیر سے انکار کیا ہے چنانچہ امام قسطلانی نے ارشاد الساری شرح بخاری امام نووی نے شرح صحیح مسلم ملا علی قاری نے مرقاۃ شرح مشکوۃ امام ابن ہمام نے فتح القدیر میں اور دوسرے علماء نے اپنی اپنی کتابوں میں اس بات کی تحقیق کی ہے ہم نے بخوف طوالت ان کتابوں کی عبارتیں نقل نہیں کی ہیں۔ مزید تحقیق کے طالب ان کتابوں کی طرف رجوع کریں۔

والسلام

محب الرسول عبدالقادر ابن مولانا فضل رسول قادری بدایونی کان اللہ لہ

الجواب صحیح صح الجواب مجیب نے جو کچھ لکھا مقرون بالصواب ہے۔

(۱) نور احمد (۲) محمد سراج الحق عفی عنہ (۳) محمد فصیح الدین قادری

جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔

(۴) العبد المہین محمد جمیل الدین احمد قادری

اصاب المجیب الجواب صحیح

(۵) محب احمد (۶) محمد فضل المجید القادری۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تعارفِ مؤلّف

حضرت اُستاذ العلماء مُفتی فیض احمد خطیب جامع دربارِ عالیہ گولڑہ شریف اسلام آباد

آپ ۲۲۔ مارچ ۱۹۲۱ء کو اپنے آبائی قصبہ بستی بخناور ڈھانڈلہ تحصیل و ضلع بھکر میں ایک مشہور علمی گھرانہ میں پیدا ہوئے جس کے مورثِ اعلیٰ حضرت میاں محمودؒ اور اُن کے پوتے حضرت حافظ میاں عیسٰیؒ سلسلۂ عالیہ قادریہ کے مشہور صاحبِ علم و فقر بزرگ ہوئے ہیں جن کے حالات کتاب مناقبِ سُلطانی بابِ دہم میں مذکور ہیں۔ آپ کے والد حافظ غلام محمد صاحبؒ اور چچا حافظ اللہ بخش صاحبؒ نے اُستاذ الاساتذہ علامہ غلام محمد گھوٹوی شیخ الجامعہ عباسیہ بہاول پور سے اکتسابِ علم کیا اور اُنہی کے ذریعہ اُن کے شیخ طریقت سند المحققین حضرت مولانا سید پیر مہر علی شاہ صاحب گیلانی قادری چشتی قدس سرہٗ سے بیعت کا شرف حاصل کیا۔ آپ نے مقامی مڈل سکول میں تعلیم کے علاوہ گھر پر بھی دینی تعلیم حاصل کی اور ۱۹۳۷ء کی ابتدا میں حضرت گولڑویؒ کی بیعت سے مشرف ہوئے اور جنوبی پنجاب کے دینی و رُوحانی مراکز ملتان و تونسہ شریف میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد حضرت علامہ گھوٹویؒ کے شاگردِ رشید اور حضرت گولڑوی قدس سرہٗ کے مخلص مُرید اُستاذ العلماء حافظ مہر محمد صدر مدرس جامعہ فتحیہ اچھرہ لاہور کی خدمت میں درسِ نظامی کی تکمیل کی اور سند حاصل کی۔ اُستاذ صاحب کو آپ کی علمی قابلیت پر اس قدر اعتماد تھا کہ فارغ التحصیل ہونے کے بعد ۱۹۴۶ء میں جامعہ میاں صاحب شرقپور شریف میں تدریس کے لیے بھیج دیا اور پہلے ہی سال آپ نے درسِ نظامی کی بڑی بڑی کتابیں پڑھائیں۔ اچھرہ کے قیام کے دوران تحریکِ پاکستان عروج پر تھی۔ آپ نے اپنے مشائخ کی ہدایت پر ہم خیال دینی طلباء کے ساتھ مل کر تحریک میں بھرپور حصہ لیا۔

آپ نے ۱۹۴۶ء سے ۱۹۶۰ء کی ابتدا تک جامعہ میاں صاحب شرقپوری، جامعہ فتحیہ اچھرہ، مدرسہ نعمانیہ ملتان اور جامعہ محمودیہ پپلاں ضلع میانوالی میں سینکڑوں شائقینِ علم کو مستفید کیا اور اپریل ۱۹۶۰ء میں حضرت السید پیر غلام محی الدین گیلانی قادری چشتی المعروف باوجی علیہ الرحمۃ کے حکم سے جامعہ غوثیہ گولڑہ شریف میں تدریس، فتویٰ نویسی اور خطابت کے فرائض سنبھالے اور اُنہی کے حسبِ ارشاد حضرت السید پیر مہر علی شاہ گیلانی قادری چشتی گولڑوی قدس سرہٗ کی مستند اور جامع مفصل سوانح حیات مہرِ منیر تالیف کی جو اندرون و بیرونِ ملک نہایت مقبول ہے نیز حضرت پیر صاحبؒ کی فارسی تصانیف و ملفوظات کا اُردو ترجمہ اور آپ کے فتاویٰ کو مرتب کر کے شائع کرانے میں اہم خدمت سرانجام دی۔ ۱۹۶۹ء میں جب کچھ لادینی اور سیکولر نظریات کا پرچار مملکتِ اسلامیہ جمہوریہ پاکستان میں شروع ہونے لگا تو آپ نے بغداد شریف کی تنظیم العلماء کے معروف ادارہ تربیت الاسلامیہ کے ایک مشہور عالم حضرت مولانا شیخ ساطع الجمیلی کے ساتھ پاکستان کے اکثر بڑے شہروں میں مختلف مکتبِ فکر کے علماء کو لادینی نظریات کے خلاف متحد ہونے کی اہمیت سے خبردار کیا۔ اور شیخ مذکور مدظلہٗ کے خطبات کی ترجمانی کی جس پر اُنہوں نے آپ کو اپنے ادارہ کی طرف سے اعزازی سند دی۔ شیخ مذکور مدظلہٗ جامعہ ازہر مصر کے سند یافتہ ہیں اور آپ عراق علماء کے مشورہ پر جنوبی امریکہ، قرطبہ، ارجنٹائن میں اسلامی تبلیغی مرکز کے سربراہ ہیں۔ اس سے قبل آپ کو پاکستان کی مشہور علمی شخصیت علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی صدر جماعت اہلِ سُنّت و تنظیم المدارس نے اپنے جامعہ انوار العلوم ملتان کی اعزازی سند عطا فرمائی جو آپ کی دینی خدمات کے اعتراف کا مظہر ہے۔